ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری

قرآنِ مجید......ایک معجزہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو معجزات اور شہادتیں عطا فرمائیں اور آپ ﷺ پر قرآن مجید بھی معجزات کے ساتھ نازل کیا۔ قرآن مجید' اللہ تبارک وتعالیٰ کے الفاظ ہیں اور بنی نوع انسان میں سے کوئی شخص بھی قرآن مجید کا مصنف نہیں۔

قرآن مجید کے الفاظ ومعانی کی حفاظت

حقیقی معنیٰ میں قرآن مجید ہی ''کلام اللہ'' ہے۔ اس لئے کہ کلام وہ ہے کہ جس کو متکلم بولے' اس کا تکلم کرے۔ تورات کو الواح پر لکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے سپرد کر دیا گیا۔ تو اسے ''کتاب خداوندی'' تو کہیں گے کلام خداوندی نہیں کہیں گے۔ مجازاً کلام اللہ کہہ سکتے ہیں حقیقی معنوں میں نہیں' انجیل کو حق تعالیٰ نے لکھ کر بھی نہیں دیا تکلم بھی نہیں فرمایا۔ حضرت مسیح علیہ السّلام کے قلب مبارک پر اتارا تو اسے مضمون خداوندی تو کہیں گے' کلام خداوندی نہیں کہیں گے۔ کلام وہی ہے جس سے تکلم ہو' قرآن کریم وہ ہے جس کا اوّل سے لے کر آخر تک حق تعالیٰ نے تکلم فرمایا ہے جبرئیل علیہ السّلام کو سنایا اور جبرئیل نے جناب نبی کریم ﷺ کو سنایا اور اللہ تعالیٰ سے تکلم واقع ہوا۔ کلام وہ ہے جس کو متکلم بولے اور اگر لکھ کر دے دے تو وہ مجازاً کلام ہے۔ اسی طرح دل میں کوئی چیز ڈال دے وہ مجازاً کلام کہلائے گا ایک مضمون کہیں گے ایک کو کتاب کہیں گے۔

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا کہ جب حق تعالیٰ قرآن کریم کا تکلم فرماتے تو اس کی عظمت سے ملائکہ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی۔ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوش میں رہتے تھے کہ اگرچہ بے خود سے وہ بھی ہو جاتے تھے۔ ملائکہ جب ہوش میں آتے تو ان سے پوچھتے **مَا ذَا قَالَ رَبُّنَا** اب ہمارے پروردگار نے کیا فرمایا تو وہ فرماتے **قَالَ الْحَقُّ وَ هُوَالْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ** حق فرمایا اور وہی بلند وبالا ہے اور عظمت والی ذات ہے۔ حق تعالیٰ نے ہر ہر آیت کا تکلم کیا ہے اس وجہ سے کلام اللہ اسے ہی کہتے ہیں کہ الفاظ بھی اللہ ہی کی جانب سے آئے ہوں اور معانی بھی اللہ ہی کی جانب سے آئے ہوں ہم نہ الفاظ میں موجد ہیں اور نہ ہی معانی ومطالب میں' حضور ﷺ بھی موجد نہیں ہیں۔ آپ ﷺ الفاظ قرآن کے ناقل ہیں اسی طرح سے معانی کے اندر حضور ﷺ ناقل ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے قلب مبارک پر جو معانی ڈال دیئے ہیں انہیں کو آپ نے امت کے سامنے پیش فرمایا تو آپ ﷺ الفاظ میں بھی امین ہیں اور معانی میں بھی امین ہیں' مدعی نہیں' بلکہ امانت کے ساتھ ناقل ہیں۔ تو امانتِ کاملہ کے ساتھ الفاظ الٰہی بھی آپ نے پہنچا دیئے اور معانی خداوندی بھی آپ ﷺ نے پہنچا دیئے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا کہ جب وحی نازل ہوئی تو ابتداء میں آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ بار بار اس کو پڑھتے تا کہ بھول نہ جائیں حق تعالیٰ نے فرمایا **لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِهٖ** (۱) زبان کو حرکت نہ دیں جلدی

نہ کریں یہی تو خطرہ ہے کہ آپ بھول جائیں گے فرمایا اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَه' و قُرْآنَه' (۲) ہمارے ذمہ ہے کہ آپ کے سینے میں بھی جمع کر دیں اور آپ سے پڑھوا بھی دیں آپ اس کا فکر نہ کریں۔ جمع کرنا، محفوظ کرنا، پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ حق تعالیٰ نے وہ ذمہ پورا فرمایا' یہ الفاظ کا ذکر ہے' اس لئے فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فرمایا ہے۔ قرات لفظوں کی ہوتی ہے معنی کی نہیں ہوتی' معنی کی تفہیم کی جاتی ہے۔ فَاِ ذَاقَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَه' (۳) آپ ﷺ کی زبان سے پڑھوا بھی دیں گے تو یہاں الفاظ کی حفاظت کی گارنٹی دی۔ معلوم ہوا کہ الفاظ خداوندی محفوظ ہیں ان میں کوئی ردّ وبدل ممکن نہیں (۴)

حقیقتاً قرآن مجید ایک معجزہ ہے اور معجزے کے معنی یہی ہیں کہ تمام دنیا عاجز آ جائے مگر اس جیسی چیز نہ لا سکے تو کلام اللہ ایسا معجزہ ہے کہ دنیا نے اس کے آگے سپر ڈال دی ہے اور اس لاثانی کا ثانی نہیں لاسکی، تو قرآن مجید کلام خداوندی ہے جب بندہ کا کلام زبان سے نکل کر نہیں مٹ سکتا وہ برقرار ہے۔ جب قرآن مجید باقی رہے گا تو اس کی حفاظت بھی طبعی اور قدرتی امر ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَه' لَحَافِظُوْنَ (۵) ہم نے ہی یہ کلام اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں تو یہ محفوظ رہنے والی چیز ہے کبھی مٹنے والی نہیں ہے۔

ایک دلچسپ واقعہ

مفسرین نے کتب تفاسیر میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السّلام دونوں ایک گاؤں میں پہنچے اور ان سے کھانا طلب کیا تو قرآن مجید اس واقعہ کو ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ فَاَبَوْ اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا (٦) ان گاؤں والوں نے ان کی ضیافت سے انکار کر دیا۔ مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ اس گاؤں کا نام انطا کیہ تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انطا کیہ کے رہنے والوں نے سوچا کہ ہمارے آباؤ اجداد تو قیامت تک کے لئے بدنام ہو جائیں گے کیوں کہ ان کے انکار کا قرآن مجید میں ذکر آ گیا ہے۔ اس خیال سے وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یا حضرت! اس آیت میں ''فابوا'' میں ''ب'' کی جگہ ''ت'' کر دیں تاکہ آیت اس طرح ہو جائے فاتوا ان یضیفو هما یعنی گاؤں والے ان کی ضیافت پر آمادہ ہو گئے۔ ''ابوا'' جگہ ''اتوا'' ہو جائے معنی بالکل بدل جاتا ہے ابو کا معنی ہے کہ انہوں نے انکار کر دیا اتوا کا معنی ہے کہ وہ راضی ہو گئے۔

حضور اکرم ﷺ نے ان کی یہ بات سن کر فرمایا کہ یہ اللہ بزرگ و برتر کا کلام ہے۔ اور ہر قسم کی تحریف وتبدیلی سے پاک ہے۔ ایسا کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔ (۷)

اگر قرآن مجید میں تحریف کا ذرا سا بھی امکان ہوتا تو انطا کیہ والوں نے آج تک کم از کم اس آیت میں فابوا کی جگہ فاتوا کر ہی دیا ہوتا مگر ایسا ہونا ناممکن ہے کہ قرآن مجید کا ایک نقطہ بھی اپنی جگہ سے ہٹا دیا جائے۔ جس کتاب کے ایک نقطہ کو بھی ہٹانا ناممکن ہے تو اس میں تحریف کا امکان کیسے ہوسکتا ہے۔

---

(۱) القرآن: سورۃ القیامۃ آیت ٦ (۲) القرآن: سورۃ القیامۃ آیت ۱۷ (۳) القرآن: سورۃ القیامۃ آیت ۱۴
(۴) خطبات حکیم الاسلام از قاری محمد طیب قاسمی ج ا ص ۱۲۳ (۵) القرآن: سورۃ الحجرات آیت ۹
(٦) القرآن: سورۃ الکھف آیت ۷۷ (۷) تفسیر روح البیان صفحہ ۸۰۷ ج ۲